بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

بوسنیا کا سبق

خرم مراد

بوسنیا کا نام و نشان مٹانے کی جنگ ' خلیجی جنگ کی طرح ' بلاشبہ اسلام اور مغرب کے درمیان اسی تہذیبی جنگ کی ابتدائی جھڑپ ہے ' جس کی خبر مغربی دانش ور اور سیاست دان کچھ عرصے سے بڑے زور شور سے دے رہے ہیں ۔ لیکن یہ جنگ جس عیاری و مکاری اور بربریت و درندگی کے ساتھ لڑی جارہی ہے ' اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ "مہذب" مغرب کو اپنے تئیں اسلام کے خلاف یہ جنگ لڑنے میں تہذیب اور انسانیت کی کسی ادنیٰ سی قدر کو بھی پامال کرنے میں ذرہ برابر تامل نہ ہو گا ۔ بوسنیا کو مذبح خانہ بنانے کا کام --- انسانوں کا ' ان کی عصمتوں کا ' ان کی املاک کا ' ان کے تہذیبی ورثے کا مذبح خانہ ۔ بے شک سرب انجام دے رہے ہیں ' لیکن مغربی طاقتیں ' خصوصاً برطانیہ ' فرانس اور امریکہ ' اس جرم میں ان کی برابر کی شریک ہیں ۔ جس بے شرمی سے یہ سربوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں ' ان کے جرائم میں ان کی اعانت کر رہے ہیں ' ان پر پردہ ڈال رہے ہیں ' بوسنیا کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے ذبح کر رہے ہیں ' اس کے حصے بخرے کر کے اس کا نام و نشان مٹانے کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں ' وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے ۔ مغربی طاقتیں ساتھ نہ دیتیں ' تو سربیا ہرگز یہ سب کچھ نہ کر سکتا ۔

سربوں کی درندگی اور مغرب کی طرف سے ان کی پشت پناہی دیکھ کر مغرب کے اہل ضمیر بھی چیخ اٹھے ہیں : پیرس کے پروفیسر بروکنر (Bruckner) کہتے ہیں : یہ قانون کی پسپائی ہے ۔ نازی ازم کی شکست کے ۴۶ سال بعد ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ یورپ تہذیب ' امن اور سلامتی کا گہوارہ نہیں ' یہاں بربریت کا راج ممکن ہے ۔ ہم جن یورپین اقدار پر یقین کے دعوے دار تھے ' وہ ایک سراب ثابت ہوئی ہیں ۔ اگر یورپ کی زمین پر بربریت ممکن ہے ' تو ہماری پوری تہذیب ہی مشتبہ ہے"۔

(مجلہ Praxis' آکسفورڈ' ج ۱۳' ص ۳۲۹) اسی مجلّے کے اداریہ نگار لکھتے ہیں: "کہا جاتا ہے کہ 'سرائیوو میں یورپ مر رہا ہے' --- حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ مر رہا ہے وہ یورپ سے کہیں زیادہ قیمتی ہے: انسان کا یہ حق کہ اس کے کچھ حقوق ہیں"۔ (ایضاً' ص ۳۲۱-۳۳۰)

ڈیوڈ (Rielf) بوسنیا کا مذبح خانہ اور مغرب کی ناکامی (Slaughterhouse Bosnia and the Failure of West) میں مرثیہ خواں ہے: "گذشتہ ڈھائی سالوں میں بوسنیا میں بے شمار خواب موت کے گھاٹ اتر گئے ہیں: یہ خواب کہ عالمی ضمیر نام کی کوئی چیز پائی جاتی ہے! یہ خواب کہ یورپ ایک تہذیب یافتہ علاقہ ہے! یہ خواب کہ انصاف کمزور کا حق اسی طرح ہے جس طرح طاقت ور کا! یہ خواب کہ سچائی کا علم ہمیں بدی سے نجات دینے کے لیے کافی ہے! --- کامل شکست! انتہائی شرم ناک!" (ص ۲۲۵)

لف شلز (Lif Schultz) اور ربیعہ علی 'بوسنیا کیوں؟' Why Bosnia' میں لکھتے ہیں: بوسنیا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ طاقت ور ریاستوں کے اقدامات میں اخلاقی اور انسانی اصولوں کے نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اس کے باوجود وہ زور شور سے دنیا کو ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کے درس پر درس دیتے رہتے ہیں جن پر' ان کے سوا' ساری دنیا کو کاربند رہنا چاہیے۔ نیورمبرگ کے اصول' بنیادی حقوق کے چارٹر' جینیوا کونشن' ہیلسنکی اعلامیہ --- یہ سب ان کے نئے "عقائد اور شریعت" ہیں' [اپنے مخالفین کو قابو میں رکھنے کے ہتھیار] لیکن وہ ان کو اپنے معاملات خراب کرنے کی اجازت کبھی نہیں دیتے"۔ (ص xii)

تین سال سے زائد ہو گئے ہیں' اپریل ۱۹۹۲ سے سربوں نے بوسنیا کے مسلمانوں کو' صرف مسلمانوں کو' بدترین وحشیانہ کارروائیوں کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ ڈھائی لاکھ سے زیادہ مسلمان ذبح کیے جا چکے ہیں' ہزاروں کو پکڑ کے اور باندھ کر گولی ماری گئی ہے' ۵۰ ہزار سے زائد عورتوں کی عصمت دری کی جا چکی ہے' ہزاروں بچوں کو دیوار پر مار کر اور ٹینکوں کے آگے ڈال کر قیمہ قیمہ کیا گیا ہے' لاشوں کا مثلہ کیا گیا ہے' ناک کان کاٹ کے اور آنکھیں نکال کے ہار بنائے گئے ہیں' کھوپڑیاں پھاڑ کر مغز نکالا گیا ہے' ۲۰ لاکھ سے زیادہ مسلمان بے گھر کیے جا چکے ہیں' ان کی بستیاں ملبہ بنا دی گئی ہیں (ایک وقت تھا کہ ۲۰۰ گاؤں روزانہ کے حساب سے)' ہزاروں مسجدیں' تین بڑی بڑی لائبریریاں' صدیوں پرانے مخطوطات' سیکڑوں مدرسے' فن تعمیر کے خوب صورت نمونے' مکانات' پل' پورے کے پورے شہر (مثلاً فوچا' موستر' پرانا سرائیوو) تباہ و برباد کر کے' جلا کے مٹا دیے گئے ہیں۔ مغربی ممالک اور اقوام متحدہ بڑی دلچسپی اور خاموشی سے یہ سارا تماشا دیکھتے رہے ہیں۔

تازہ ترین کھیل سرے برے نیکا (Srebrenica) اور زیپا (Zepa) میں جولائی میں کھیلا گیا۔ یہ کھیل مغربی طاقتوں کے عزائم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ دونوں' ان ۶ شہروں میں سے تھے جنھیں اقوام متحدہ اور مغربی طاقتوں نے مسلمان شہریوں کے لیے "محفوظ پناہ گاہ" (safe havens) قرار دیا تھا' جہاں وہ سربوں کی غارت گری سے مامون ہوں گے۔ ان کی حفاظت کے لیے اقوام متحدہ کے فوجی دستے موجود تھے۔ تمام بین الاقوامی ضمانتوں اور حفاظتوں کے باوجود' سربوں نے اقوام متحدہ کے فوجیوں کو الٹی میٹم دیا' جو راستے سے نہ ہٹے' اور وہ چند ہی تھے' انھیں یرغمال بنالیا' اور سرے برے نیکا پر قبضہ کر لیا۔ چند دن میں ۴۲ ہزار مسلمانوں کا صفایا ہو گیا۔

کیمروں کے سامنے' فاتح کمانڈر جنرل ملاڈچ نے اقوام متحدہ کے ڈچ کمانڈر کے ساتھ جام فتح نوش کیا' مسلمانوں کی پیٹھیں تھپکیں' ان میں چاکلیٹ تقسیم کیے' انھیں امن و امان کا یقین دلایا۔ کیمروں کے ہٹتے ہی خونیں کھیل شروع ہو گیا۔ بوڑھوں اور بچوں کو دوسری محفوظ پناہ گاہ' تزلا (Tuzla) روانہ کر دیا' جوان عورتوں کو عصمت دری کے لیے چن لیا' نوجوان لڑکوں سمیت جو بھی لڑنے کے قابل تھے انھیں الگ کر کے گولیوں سے بھون دیا۔ اس کے بعد زیپا کی باری تھی وہ بھی اسی انداز میں فتح کر لیا گیا۔ پھر بیہاج کا نمبر تھا' کہ کروشیا نے سربوں پر حملہ کر دیا۔

مغربی طاقتوں کا ردعمل کیا تھا؟ امریکہ نے سرے برے نیکا کے نزدیک تازہ تازہ اجتماعی قبروں کی ہوائی تصویریں اقوام متحدہ میں پیش کر دیں' تو برطانیہ اور فرانس نے سخت ناک بھوں چڑھائی۔ اس سے پہلے' لندن میں ایک روزہ کانفرنس ہوئی' تو اعلان کیا گیا کہ اب اگر گورازدے (Gorazde) پر سربوں نے حملہ کیا تو سخت کارروائی کی جائے گی' یہ گویا لائسنس تھا کہ باقی محفوظ علاقے تم فتح کر سکتے ہو۔ گورازدے بھی۔ کیونکہ کانفرنس کے صدر' برطانوی وزیر خارجہ نے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی: "ہم جنگ ہرگز نہیں کریں گے"۔ ساتھ ہی اصل عزائم بھی زبان سے ٹپک پڑے: "ٹھیک ہے' اب بوسنیا کے لیے ہماری تازہ ترین پیش کش موجود ہے: سرے برے نیکا' زیپا اور گورازدے سے بالکل دست بردار ہو جاؤ' اور اس کے بدلے ---"

"اتنی" محفوظ پناہ گاہیں وجود میں کیسے آئیں؟ یہ بھی ایک شرمناک داستان ہے۔

ستمبر ۱۹۹۱ میں' جب سربوں نے پہلے سلووینیا اور پھر کروشیا پر حملہ کیا' تو برطانیہ اور فرانس کی خواہش پر' اور سربوں کی درخواست پر' سیکورٹی کونسل نے سارے یوگوسلاویہ کو اسلحے کی فراہمی پر پابندی عائد کر دی۔ یہ پابندی آج تک برقرار ہے۔ یہ پابندی سراسر سربوں کے مفاد میں ہے' اور

سراسر بوسنیا کے خلاف۔ بوسنیا نے اپنی آزادی کے لیے حرف بحرف امریکہ اور یورپ کی ہدایات پر عمل کیا۔ وہ 'سلووینیا اور کروشیا کی طرح' یوگوسلاویہ سے علیحدہ نہ ہوا تھا۔ اس نے یورپ کی ہدایات کے مطابق ریفرنڈم بھی کرایا تھا۔ سربوں نے اس کی سرحدوں کو عبور کر کے جارحیت کی تھی۔ وہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت اپنے دفاع کا حق رکھتا تھا' اور دفاع کے لیے اسلحے کے حصول کا بھی۔ لیکن امریکہ اور برطانیہ نے بوسنیا کی سرحدوں کو تسلیم کرنے کے باوجود' اس پر اپنے دفاع کے لیے اسلحہ حاصل کرنے پر پابندی برقرار رکھی' اور اس کے اٹھانے کی شدت سے مخالفت کی' اگرچہ انھوں نے اس کے دفاع کا انتظام بھی نہ کیا۔

لندن کی انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسٹرےٹیجک اسٹڈیز کے مطابق' بوسنیا میں سرب فوج کی طاقت کو' جسے یوگوسلاویہ فوج سے سارے ہتھیار مل گئے تھے' بوسنیا کی فوج کے مقابلے میں دس گنا برتری حاصل تھی۔ بوسنیا کے پاس مشکل سے ۳ ہزار ۵ سو فوج تھی۔ ستمبر ۹۲ میں اس کے پاس ۲ ٹینک' اور ۲ مسلح گاڑیاں تھیں' جب کہ سرب فوج کے پاس ۳ سو ٹینک' ۲ سو گاڑیاں' ۸ سو توپیں اور ۴۰ ہوائی جہاز تھے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۹۲ کو جنرل اسمبلی کو اس شرمناک تضاد کا احساس ہوا کہ ایک 'رکن ریاست کو چارٹر کی شق ۵۱ کے تحت اپنے دفاع کے لیے اسلحہ حاصل کرنے کا اختیار بھی نہیں۔ چنانچہ اس نے بھاری اکثریت سے "بوسنیا پر سے پابندی اٹھانے کی قرارداد پاس کی' اور سیکورٹی کونسل سے کہا کہ وہ اپنا فیصلہ منسوخ کر کے بوسنیا کی سالمیت کے لیے ہر ممکن ذرائع اختیار کرے"۔ لیکن سیکورٹی کونسل نے اس کو بالکل نظرانداز کر دیا' اور اسلحہ دینے کے بجائے ۶ "محفوظ مقامات" قائم کر دیے۔ اس کے بعد اسلحہ پر پابندی ختم کرنے کی تمام کوششیں اور اپیلیں صدا بہ صحرا ثابت ہوئیں' یہاں تک کہ امریکن کانگریس کی قرارداد کو بھی صدر کلنٹن نے ویٹو کر دیا' حالانکہ وہ اپنے انتخاب کے وقت بوسنیا میں فوجی مداخلت کی حمایت کر رہے تھے۔

سرے برے نیکا پر سرب قبضے کے بعد ایک چشم دید گواہ نے دیکھا کہ ۵ سو مسلمان نوجوانوں سے پہاڑوں میں گھٹنوں کے بل مارچ کرائی جا رہی ہے' اور ان کے ہاتھ پیچھے گردنوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ پھر ان سب کو گولی مار دی گئی۔ امریکہ' برطانیہ' فرانس اور یورپ نے بالکل یہی عمل پورے بوسنیا کے ساتھ کیا۔ پہلے اس کے ہاتھ پیچھے گردن کے ساتھ باندھے' پھر اسے اپنے دفاع کے لیے ہتھیاروں سے محروم کیا' پھر اسے دشمن کے آگے گھٹنوں کے بل رینگنے پر مجبور کیا' پھر دشمن کو شہ دی اور اس کی پشت پناہی کی کہ وہ اس کا ایک ایک عضو کاٹے اور اس کے سارے جسم کو چھلنی کر

دے۔

مغربی طاقتوں کی دلیل ہمیشہ ایک رہی: اسلحے کی فراہمی سے خون ریزی اور بڑھ جائے گی۔ لیکن اس سے زیادہ اور کیا خون ریزی ہوتی جتنی ہو چکی ہے۔ بوسنیا تو اتنا سخت جان ثابت ہوا کہ صرف ۳ ہزار ۵ سو فوج اور ۲ ٹینکوں سے شروع کر کے وہ ۳ سال تک اپنا دفاع کرتا رہا ہے' اور کسی طرح اسے مٹایا نہیں جا سکا ہے۔ اگر اس کے پاس اسلحہ بھی ہوتا تو کیا صرف اسلحے کی موجودگی سرب جارحیت کو روکنے کے لیے کافی نہ ہوتی؟

کہا جاتا ہے کہ مغربی ممالک نے اپنی داخلی سیاست کے دباؤ کی وجہ سے ایک طویل جنگ میں الجھنے سے بچنے کی خاطر' بوسنیا میں تیل' اسرائیل اور اس طرح کے دوسرے مفادات نہ ہونے کی بنا پر' اپنا خون بہانے سے اجتناب کی خاطر' بوسنیا کی سالمیت کے تحفظ کے لیے فوجی مداخلت نہیں کی' نہ اقوام متحدہ اور نیٹو (Nato) کو سربوں کے خلاف ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت دی۔ اس اخلاقی بزدلی اور منافقت کا کوئی جواز تو ممکن نہیں' پھر بھی یہ قابل فہم ہے۔ لیکن خود بوسنیا کے لوگوں کو بوسنیا کے دفاع سے روکنے کا کیا جواز ہے' یہ کس طرح قابل فہم ہے؟ سوال تو پھر یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مغرب واقعی بوسنیا کے مسلمانوں کی خوں ریزی روکنا چاہتا تھا' کیا اسے واقعی بوسنیا کی سالمیت کی حفاظت مطلوب تھی؟ ہمیں یقین ہے کہ نہیں۔ بوسنیا میں جو کچھ ہوا' مغرب کے عزائم اور منصوبوں کے عین مطابق ہوا۔ برطانوی وزیر دفاع نے کہا کہ اسلحے پر بندش کا خاتمہ تو بدترین حل ہے۔ پوچھا گیا کہ کیوں؟ جواب میں دل کا راز زبان پر آ ہی گیا: "پھر کنٹرول ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا" (دی نیشن ' ۴ مارچ ' ۹۴)۔ گویا پھر بوسنیا میں ہم وہ کچھ نہیں کر پائیں گے جو ہم کرنا چاہتے ہیں۔

مغربی طاقتوں کے لیے مشکل یہ ہوگئی کہ ان اندازوں کے برخلاف ' سرب نااہل نکلے ' بوسنیا سخت جان ثابت ہوا' اس کو جلد ختم کرنا ممکن نہ ہوا' وہ جاں کنی کے عالم سے بار بار واپس لوٹ آیا۔ نتیجتاً 'انھیں' ساری بے شرمی کے باوجود اپنے "مہذب" اور "انسانی حقوق" کے علم بردار ہونے کی لاج رکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ مسلسل کرنا پڑ رہا ہے۔ یہی ان پر سخت گراں ہے۔ سرائیوو کے اردگرد سربوں کے بھاری ہتھیاروں کے خلاف نیٹو کی تازہ ترین بم باری بھی اسی قبیل کا اقدام ہے۔ اب بوسنیا بظاہر ختم ہو چکا ہے' یہ اشک شوئی ہے۔

اسلحے کی فراہمی کے معاملے ہی میں نہیں ' ہر معاملے میں مغربی ممالک کھلم کھلا سربیا کی حمایت اور بوسنیا کی مخالفت میں سرگرم رہے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس بات کے لیے تیار معلوم ہوتے ہیں کہ

مسلمانوں کو' ریڈ انڈینوں کی طرح کوئی "ریزرویشن" یا افریقہ کے کالوں کی طرح کوئی "لیسوتھو" (Lesotho) مل جائے' اور وہ اس پر قانع ہو جائیں۔

دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے وہ ایک کے بعد ایک جھوٹ گھڑتے رہے ہیں' اور اسے زور و شور سے پھیلاتے رہے ہیں۔ عملاً ان کا منصوبہ یہ رہا ہے کہ سربوں کی درندگی کی طرف سے چشم پوشی کی جائے اور اس پر پردہ ڈالا جائے' ظالم اور مظلوم کو برابر ثابت کیا جائے' بوسنیا کو مجبور کیا جائے کہ سربیا کی "نسلی صفائی" اور فتوحات کے نتائج تسلیم کرلے' نسلی بنیادوں پر تقسیم پر راضی ہو جائے' ورنہ مکمل خاتمے کا انجام بھگتنے کے لیے تیار رہے۔ انھی اہداف کے حصول کے لیے' وہ سربوں سے بڑھ کر سربوں کے مفاد میں جھوٹا پروپیگنڈا کرتے رہے ہیں۔

سربوں کی نسلی صفائی' بے تحاشا قتل اور عصمت دری' ان کے کیمپ اور ان میں ہڈی کے ڈھانچے پہلی دفعہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے اگست ۹۲ میں ٹی وی اسکرین پر آئے۔ کیا میونخ سے ایک گھنٹے اور پیرس سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہونے والی ان بہیمانہ کارروائیوں سے امریکہ' برطانیہ اور فرانس جیسے ممالک کی انٹیلی جنس کے ذرائع بے خبر ہو سکتے تھے؟ ہرگز بھی نہیں۔ لیکن یہ سب ممالک جان بوجھ کر خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ جب دنیا میں شور مچا تو امریکی وزیر خارجہ' بیکر (Baker) نے اسے محض "یورپ کے قلب میں ایک سنگین انسانی مسئلہ" قرار دیتے ہوئے صرف امدادی کوششوں پر زور دیا' ان مظالم کو روکنے کے لیے کسی مدد یا کارروائی پر نہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ "جب تک سارے ذرائع آزما نہ لیے جائیں' قوت استعمال نہ ہو گی"۔ صدر بش نے ان مظالم کو "انتقام در انتقام" اور "صدیوں پرانی دشمنیوں کا ایک الجھا ہوا نتیجہ" قرار دیا' لیکن انھوں نے نہ یہ کہا کہ مظالم ختم کیے جائیں' نہ یہ کہ کیمپ بند کیے جائیں' بلکہ صرف "کیمپوں تک ریڈ کراس کی رسائی" کی درخواست کی۔ اقوام متحدہ کے انسانی امداد کے ادارے کے سربراہ نے کہا: "ہاں' کچھ ناخوشگوار حالات ضرور پائے جاتے ہیں"۔

مظلوم مسلمانوں کو ظالم سربوں کے ہم پلہ ثابت کرنے کے لیے بڑے بڑے لوگوں کو عار نہیں۔ برطانوی کمانڈر جنرل روز (Rose) نے 'بی بی سی کے پینوراما پروگرام میں 'گورازدے کے چند جلے ہوئے مکانوں کو دکھاتے ہوئے کہا: "یہاں سے مسلمانوں نے ۱۲ ہزار ۵ سو سربوں کا نسلی صفایا کیا"۔ خود اقوام متحدہ کے سارے ریکارڈ میں ایسے کسی واقعہ کا ذکر نہیں۔ لیکن ۱۹۹۱ کی مردم شماری کے ریکارڈ دیکھنے سے پتا چلا کہ پورے گورازدے ضلع میں ۱۰ ہزار سرب تھے' شہر میں مشکل سے ۵ ہزار ہوں گے' پھر جنرل روز جیسے ذمہ دار نے یہ من گھڑت جھوٹ کیسے بول دیا؟ لیکن ایک جنرل کا بیان' بی بی سی کی

آواز' یہ "کلام مقدس" ہر ایک نے دہرایا۔ ایک سینیر امریکن ڈپلومیٹ کو برطانوی وزارت خارجہ میں بریفنگ دی گئی' تو اس نے حیرت زدہ ہو کر کہا: "اتنی زبردست بریفنگ کا ایک ہی ہدف تھا: زیادہ سے زیادہ الزام مسلمانوں پر رکھا جائے"۔

• ایک ٹیکنیک یہ بھی خوب استعمال کی گئی کہ جو مظالم سرب کر رہے ہیں ان کو بھی مسلمانوں کے سر ڈال دیا جائے۔ جب اقوام متحدہ کے فرانسیسی دستے کی حفاظت میں سفر کرنے والے' بوسنیا کے نائب وزیر اعظم حاکیہ تر ائیلیک کو سربوں نے گولی مار دی' تو تحقیقاتی رپورٹ میں اس کا الزام بھی مسلمانوں پر رکھا گیا کہ انھوں نے "تشویش کا ماحول پیدا کر دیا تھا"۔ سرائیوو میں سربوں نے ۱۹۹۲ میں' ایک بم روٹی خریدنے والوں پر' اور ۱۹۹۴ میں ایک بم بازار میں پھینکا۔ کسی شہادت کے بغیر کہ ان واقعات میں حکومت بوسنیا کا ہاتھ تھا' اقوام متحدہ کے پہلے کمانڈر' کینیڈا کے جنرل میکنزی نے کھلم کھلا اسی پر الزام لگا دیا۔

اور بھی بے شمار جھوٹ تھے جو بڑے شد و مد سے پھیلائے گئے۔ ایک یہ کہ بلقان میں تو خون ریزی ہوتی ہی رہتی ہے۔ حالانکہ یورپ میں جتنی خون ریزی برطانیہ' فرانس اور جرمنی کے مابین ہوئی ہے اس کی مثال تو پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ پہلی جنگ عظیم میں ۸۴ لاکھ لوگ' ہلاک' اور ۲ کروڑ زخمی و معذور ہوئے' دوسری جنگ عظیم میں ۶ کروڑ کے قریب ہلاک ہوئے۔

ایک یہ کہ وہاں تو "پرانی نسلی عداوتیں ہیں" جو بار بار بھڑکتی رہتی ہیں۔ حالانکہ بوسنیا میں تینوں گروہ صدیوں سے صلح و آشتی سے رہتے چلے آئے تھے' اپنی رواداری اور متنوع معاشرے کے لحاظ سے یہ یورپ کی جہنم میں ایک 'منفرد جنت' اور اس کے 'ماتھے کا جھومر' تھا۔ پھر وہاں 'مسلمان' سرب اور کروایٹ کی نسلوں کے درمیان کوئی نمایاں فرق بھی نہیں۔

ایک یہ کہ بوسنیا نام کا نہ کبھی کوئی ملک رہا ہے' نہ قوم۔ اس کو آزاد بننے کا شوق کیوں چرایا' اسے یہ حق کیسے مل سکتا ہے؟ نیویارک ٹائمز کے سابق ایڈیٹر روزینتھال نے لکھا: "مسلمان لیڈروں نے ایک ایسے بوسنیا کی آزادی کا اعلان کیا ہے جس کا بحیثیت قوم کبھی وجود نہیں رہا' جہاں مسلمان کبھی اکثریت میں نہیں رہے' جہاں کوئی بوسنین نہیں بستے" (۱۶ اپریل ۹۳)۔

برطانیہ کے ٹوری مورخ' نوئل میلکم (Malcolm) نے اپنی خوبصورت اور محققانہ کتاب 'Bosnia: A Short History' میں مغربی حکومتوں کے اس سارے کذب و افترا کا پردہ مکمل طور پر اور موثر انداز میں بالکل چاک کر دیا ہے۔

مغربی طاقتیں بوسنیا کے خلاف سربیا کی ننگی اور وحشیانہ جارحیت' نسلی صفائی' قتل عام' عصمت دری'

اور ۷۰ فی صدی بوسنیا پر سربیا کے قبضے کو محض ایک "خانہ جنگی" قرار دینے پر تلی ہوئی ہیں۔ اس کا مقصد ظالم و مظلوم کو مساوی رکھنے ' اور جارحیت کے پھل کو مستقل جواز دینے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تمام مغربی طاقتوں کی "صلح جوئی" کی ساری کوششوں کا ہدف یہ اور صرف یہی رہا ہے: "بوسنیا کو سربوں اور کروایٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے ' مسلمان ' چند علاقوں میں محفوظ کر دیے جائیں"۔ کیرنگٹن (Carrington) ' وانس (Vance) 'اوون (Owen) سب کے فارمولوں کی غرض و غایت یہی رہی ہے۔

اپریل ۱۹۹۳ میں امریکی وزیر خارجہ ' وارن کرسٹوفر نے بوسنیا کے صدر کے نام ایک خط لکھا جس میں ان پر زور دیا کہ وہ بوسنیا کی وہی تقسیم قبول کر لیں جس پر سربیا کے صدر مالوشیوچ اور کروشیا کے صدر ٹجمین اتفاق کر چکے تھے ' اور جس پر صلح کے مشن پر مامور برطانیہ کے ڈاکٹر اوون اور ناروے کے سٹولٹن برگ مہر تصدیق ثبت کر چکے تھے۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے چند باضمیر افسران نے اس موقف کے خلاف شدید احتجاج کیا ' ۴ افراد نے استعفے بھی دیے 'لیکن ۱۹ اگست کو یہ خط چلا گیا۔ اپریل ۱۹۹۳ میں صدر کلنٹن نے نسلی صفائی اور تقسیم کے خلاف آواز اٹھائی کہ یہ غیر انسانی ہے ' یہ غلط ہے 'ہمیں اس کے خلاف کھڑا ہونا چاہیے۔ لیکن جب ستمبر میں عزت بیگ ان سے ملے ' ان کا پیغام بھی یہی تھا: مان لو۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ تینوں بڑوں کے جو وزرا اور افسران اس مسئلے پر لگے ہوئے تھے ' ان سب کے سربیا کے لیڈروں سے گہرے ذاتی تعلقات تھے۔ بوسنیا کے بحران کے وقت ایگل برجر (Eagle Burger) بش انتظامیہ میں ڈپٹی سیکرٹری آف اسٹیٹ تھے۔ وہ ۷۰ کی دہائی کے اواخر میں بلغراد میں امریکی سفیر تھے ' اور مالوشیوچ کے گہرے دوست۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ ہنری کسنجر ایسوسی ایٹس میں شامل ہو گئے اور اس کے صدر بھی بن گئے۔ اس فرم کو سربیا کے بڑے بڑے کام ملا کرتے تھے۔ وہ یوگو امریکہ (Yogo America) کے ڈائرکٹر بھی تھے جو سربیا کے کارساز کارخانے کی امریکن شاخ تھی۔ نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر ' سکوکرافٹ (Scowcraft) تھے۔ یہ بھی ۱۹۶۰ میں بلغراد میں امریکہ کے ہوائی اتاشی تھے ' اور سربیا کے لیڈروں کے گہرے دوست۔ بوسنیا پر سربیا کے حملے کے بعد وزیر اعظم جان میجر نے لندن میں کانفرنس بلائی تاکہ ایک ایسی "پالیسی" کو عملی جامہ پہنایا جائے ' جس کا نہ اعلان ہوا تھا نہ اس پر کوئی مباحثہ۔ اس کانفرنس میں ایگل برجر نے کلیدی خطاب کیا۔ وہ پورے وقت تاریخ میں سربوں کے بے پناہ مصائب کا رونا روتے رہے ' "کشمکش" کو "قدیم" اور "الجھا ہوا" قرار دیا ' مگر بوسنیا کا ذکر تک نہ کیا ' نہ اس کے بقا کی امید کا اظہار کیا۔ یہ نفاست سے اس بات کا اعلان تھا کہ مغربی

طاقتیں بوسنیا کے خاتمے کا فیصلہ کر چکی ہیں۔

مغربی حکمرانوں کی جانب سے بوسنیا میں اتنی شرمناک اور اتنی منظم مسلم دشمنی کے کردار کی تہہ میں اصل سبب کیا ہے؟ وہ خود تو کھل کر کہتے نہیں --- کہ کہیں ان کے دعویٰ تہذیب پر داغ نہ لگ جائے --- لیکن یہ راز 'کوئی راز نہیں رہا ہے۔ بلاشبہ سربوں کا استدلال اور موقف ہی ان کے دل کی بھی آواز ہے۔

بوسنیا کے سرب لیڈر کراڈزچ (Karadzic) ایک انٹرویو میں کہتے ہیں: "ہمارا جنگی مقصد یورپ کو بوسنیا میں ایک مسلمان ریاست کے خطرے سے بچانا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کوئی بھی مسلم ریاست یورپ میں مسلم دہشت گردی کا مرکز بنے گی" (نیویارک ٹائمز' ۱۸ جولائی ۹۳)۔ چنانچہ سرب بالعموم یہ سمجھتے ہیں' اور برملا کہتے ہیں: ہم اسلام' مسلمان اور ترک کے خلاف یورپ کی جنگ لڑ رہے ہیں' ہم عیسائیت کی جنگ لڑ رہے ہیں' ہم آخری صلیبی جنگ لڑ رہے ہیں۔ بوسنیا میں مسلم ریاست قائم ہو گئی تو انتہا پسند' دہشت گرد' بنیاد پرست "مجاہدین" سارے یورپ پر چھا جائیں گے۔ فوچا کی ایک سرب عورت نے رائٹر کے نامہ نگار سے کہا: "وہ رہا میدان' یہاں سے جہاد شروع ہونا تھا' فوچا ایک اور مکہ بنتا' ان سربوں کی فہرستیں بن گئی تھیں جنھیں موت کے گھاٹ اتارا جاتا' ان میں دو میرے بیٹے بھی تھے جنھیں سور کی طرح مارا جاتا' اور میری عصمت دری کی جاتی!" (میلکم' بوسنیا، ایک مختصر تاریخ 'ص ۲۳۷)

فرانسیسی حکومت میں بھی اس کی صدائے بازگشت سنی جا سکتی تھی: نیویارکر کے جان نیوہاؤس سے ایک اعلیٰ سفارت کار نے کہا: "ہم نہ صرف جنگ کو پھیلنے سے' بلکہ یورپ میں ایک مسلمان ریاست کے قیام کو بھی روکنا چاہتے ہیں' جو جلد ایک خوش حال' جنگ جو' اور ہر جگہ لڑائی جھگڑے کا مرکز بن جائے گی۔ [اس لیے بوسنیا کا نام و نشان مٹنا چاہیے' اس طرح کہ مستقبل میں ایسے کسی خطرے کا اندیشہ بھی باقی نہ رہے]۔ ہم مسلمانوں کو 'فلسطینیوں کی طرح' یورپ میں تتر بتر بھی نہیں ہونے دینا چاہتے [کہیں وہ ایک خطرہ نہ بن جائیں 'اس لیے مسلمانوں کی نسل کو بھی ختم کرنا ضروری ہے"]۔ "تم سوچ نہیں سکتے ہمارے مفادات سرب مفادات سے کتنے قریب ہیں۔ ہمیں سربوں کے بارے میں پریشانی نہیں 'مسلمانوں کے بارے میں ہے"۔ یہی بات جون ۱۹۹۳ میں 'روس کے صدر ریلتسن کے مشیر برائے امور بلقان' ولاڈیمیر فاکوف (Volkov) نے ییل (Yale) یونی ورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہی: سربوں کی چند "کارروائیاں" قابل افسوس ضرور ہیں 'لیکن دراصل تو دنیا کو ---- اور یورپ

کو ---- دھوکہ باز' ناقابل اعتماد اور دوغلے مسلمانوں پر نگاہ رکھنا چاہیے۔بوسنیا' یورپ میں ترک اور البانیوی امپیریلزم کے لیے ایک پل ثابت ہو گا"۔

کہاں نہتا بوسنیا جس کے ۷۰ فی صد علاقے پر سرب قبضہ کر چکے ہیں' جس کو سربیا کے مائلوشیوچ اور کروشیا کے ٹُج مین' شدید دشمنی کے باوجود' باہم تقسیم کر کے ہڑپ کر جانے کا معاہدہ کر چکے ہیں' جس کو ختم کرنے پر ساری مغربی طاقتیں تلی ہوئی ہیں' اور کہاں یورپ میں ترک امپیریلزم کا امکان! لیکن ماضی اور مستقبل کی یہ تعبیر مغرب کے دماغ پر اس طرح نقش ہے کہ ۱۴سو سال گزر جانے کے باوجود یہ نقش مدھم نہیں پڑا ہے۔

افسوس اور تعجب ہے تو اس بات پر کہ بوسنیا کے مسلمان لیڈروں نے 'سلووینیا اور کروایشیا کی طرح' اپنی آزادی کا اعلان کرنے سے پہلے' اپنے دفاع کی کوئی بھی تیاری نہیں کی "لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں" کا مصداق بن گئے۔انھوں نے اپنی حفاظت اور بقا کے لیے مغرب' امریکہ' یورپ' اقوام متحدہ' عالمی ضمیر' یورپ کی تہذیبی اقدار اور انسانیت پر "توکل" کیا' جو سب کے سب تارِ عنکبوت ثابت ہوئے۔ وہ یہ بھی یاد نہ رکھ سکے کہ مغرب نے آج تک کوئی جنگ کسی مظلوم کی امداد یا کسی اخلاقی اصول کی خاطر نہیں لڑی ہے۔دوسری جنگ عظیم نہ پولینڈ کے غم میں تھی' نہ یہودیوں کو بچانے کے لیے' نہ جمہوریت اور آزادی کی خاطر۔مکھی مکڑی کے جال میں پھنس گئی اور اب مادی اندازوں کے مطابق اس کا زندہ بچ نکلنا ممکن نہیں۔لیکن اللہ کی تدبیر کے آگے کس کی تدبیر ٹھہر سکتی ہے' وہ اس جالے کو توڑ سکتا ہے' اسی جالے کو نجات کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

مغرب نے جو مسلم کشی کی روش اختیار کی اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ آج کے حکمراں 'کل کی "تہذیب" کے وارث ہیں۔اس "تہذیب" کے پور پور سے خون آشامی ٹپکتی ہے' اس نے اپنے مفادات کے لیے آبادیوں کی آبادیوں کو نیست و نابود کر دیا' اور ضمیر میں ادنیٰ سی بھی خلش محسوس نہ کی: یہ یورپین تھے جنھوں نے "نسلی صفائی" کی خاطر ۶۰ لاکھ یہودیوں کو مٹایا' یہ انھی یورپین یہودیوں کے وارث تھے جنھوں نے ۶۰ لاکھ سے بھی زائد فلسطینیوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا' ان کا خون بہایا' انھیں گھر بدر کر کے تتر بتر کر دیا اور ان کے سارے حقوق غصب کر لیے' یہ یورپین "مہاجر" تھے جنھوں نے امریکہ میں ریڈ انڈینوں کا نسلی استیصال کیا' ان کے اموال و املاک کو چھین لیا' اور ان کو "محفوظ علاقوں" میں دھکیل کر بند کر دیا' انھوں نے ہی لاکھوں کالوں کو افریقہ سے پکڑ کے غلام بھی بنایا اور زندہ بھی جلایا' انھی کے اسلاف نے لاکھوں افراد کو زندہ جلا کر اپنے فرقہ وارانہ اختلافات کی بھینٹ چڑھایا۔ ان کے اولین اسلاف رومن حکمران تھے: انھوں نے کارتھیج فتح کیا (۱۴۶ ق م) تو ۶ دن

تک قتل عام ہوتا رہا اور پورے شہر کو خاکستر کر دیا' بیت المقدس فتح کیا (۶۴ ب م) تو ۱۰ لاکھ سے زائد یہودی تہ تیغ کر دیے' اور ایچ جی ویلز کے مطابق "وہ اپنے دشمنوں کے بارے میں اتنے بے محابا اور جوش و خروش سے جھوٹ بولتے تھے کہ آج کا پروپیگنڈسٹ بھی شرما جائے ..... جب وہ کسی قوم کے خلاف الزامات عائد کرتے تو یہ ان کے قتل عام کا پیش خیمہ ہوتا" (آج بوسنیا میں بالکل یہی کہانی دہرائی جا رہی ہے)۔

ہم گڑے مردے اکھاڑ کر نفرت کا الاؤ نہیں سلگانا چاہتے' جس میں کل کے گناہوں کے لیے آج کے بے گناہ بھسم ہو جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ انسانوں کے درمیان امن و آشتی اور محبت عام ہو' ہم چاہتے ہیں سارے انسان ایک خدا کے بندے بن کر اس کا خاندان بن کر ساتھ رہیں۔ ہم مغرب کو یہی پیغام دینا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ محاذ آرائی کے بجائے خوش گوار تعلقات کے خواہاں ہیں۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو بوسنیا کے مسلمانوں کی طرح حقائق سے آنکھیں بند نہیں کرنا چاہییں' انھیں تلخ تہذیبی حقائق سے واقف ہونا چاہیے' اگر وہ تاریخ سے ناواقف ہیں تو انھیں کم سے کم آج کے بوسنیا سے ضرور سبق سیکھنا چاہیے' انھیں انسانیت کے نام پر مغرب کے اہل ضمیر کے ساتھ یک جہتی ضرور استوار کرنا چاہیے لیکن مغرب کے معبودان باطل سے جھوٹی امیدیں نہیں رکھنا چاہییں' انھیں "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ" (حٰمٓ السجدہ ۴۱: ۳۴) اور "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ" کے ساتھ ساتھ "وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ" اور "حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ" (الانفال ۸: ۶۱' ۶۰' ۶۵)' کی ہدایت پر بھی کان دھرنا چاہییں ورنہ وہ بوسنیا کے مسلمانوں کی طرح نہتے کر کے' ہاتھ پیچھے باندھ کر' مارے جائیں گے' اور ان کا پورا جسد بھی چھلنی اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔